آوازِنسواں (آن)

نیوز لیٹر

شمارہ نمبر 1، جنوری تا ستمبر 2016ء (ششماہی)

ادار یہ

آوازِنسواں (آن) نیوز لیٹر کا پہلا شمارہ ہے ہمیں امید ہے کہ یہ 'آن' نیٹ ورک کے ملک بھر میں پھیلے ہوئے دوستوں اور کارکنوں کو باہم مربوط رکھے گی اور انکی اس موضوع پر استعداد کار کو بہتر بنانے کی کوشش کرے گی، ساتھ ساتھ ایک دوسرے کی خیریت بھی معلوم ہوتی رہے گی۔

ہمیں امید ہے کہ آپ وقتاً فوقتاً اپنی سرگرمیوں کی رپورٹ اس شمارے کیلئے ارسال کرتے رہیں گے اور ساتھ ہی اپنی آراء، مفید مضامین اور ذہن میں ابھرے ہوئے سوالات بھی ہم تک پہنچاتے رہیں گے۔

اس نیوز لیٹر میں پاکستان کی سیاسی عمل میں عورتوں کی شمولیت کے مسائل پر نامور قلم کاروں، صحافیوں اور سماجی کارکنوں کی آراء پر مشتمل مضامین، ایک ملاقات کے عنوان سے ایسی سماجی اور سیاسی شخصیات کے انٹرویو شامل کیے جائیں گے جو عورتوں کی سیاسی اہمیت اور انکی سیاسی عمل میں شمولیت پر کام کر رہی ہیں۔ آن نیٹ ورک کی خبریں اور تصاویر شائع کی جائیں گی اور عورتوں کی سیاسی عمل میں شرکت کے حوالے سے مضامین یا سیاسی عمل میں شمولیت پر مختلف ملکوں کے اعداد و شمار کا تقابلی جائزہ پیش کیا جائے گا۔ ساتھ ساتھ کوئی نظم، اہم قرارداد یا اعلامیہ بھی اس نیوز لیٹر کا حصہ ہوں گے۔

نیوز لیٹر پر آپکی آراء، تبصروں اور تنقید کا انتظار رہے گا۔

دعا گو

UNDEF The United Nations Democracy Fund

ہم اِس نیوز لیٹر کی اشاعت کے لیے United Nations Democracy Fund کا شکریہ ادا کرتے ہیں۔

مضامین

ادار یہ	۱
آن کا تعارف	۲
چند اعداد و شمار	۲
آن کا سفر	۳
ایک ملاقات	۴
خواتین سیاست میں (حقیقی واقعے کا تجزیہ)	۵
نامور خواتین (محترمہ فاطمہ جناح)	۶
آن۔آغاز سفر کے ساتھی	۷
آن۔ایک تجزیہ	۸

ایڈیٹوریل کمیٹی

ایڈیٹر: یاسمین زیدی

ممبر: شکیلہ اصغر اور شبانہ عارف

CGaPS
CENTER OF GENDER AND POLICY STUDIES

Center of Gender and Policy Studies (CGaPS)
19, Mauve Area, St 13,
G-8/1, Islamabad.
Tel: +92 51 8480 303
E-mail: admn.cgaps@gmail.com,
Website: cgaps.org.pk

آوازِنسواں (آن)

تعارف:

آوازِنسواں (آن) ایک نیٹ ورک ہے جس کی رکنیت ملک بھر سے خواتین رائے دہندہ گان پر مشتمل ہے۔آن کا کسی سیاسی جماعت یا ادارے سے تعلق نہیں ہے بلکہ اس کا مقصد پاکستان میں بغیر کسی سیاسی، سماجی اور علاقائی تفریق کے خواتین رائے دہندہ گان کے مسائل کی نمائندگی کرنا ہے۔

آن کے اغراض ومقاصد:

1- پاکستانی خواتین رائے دہندہ گان کی ضروریات اور تحفظات کے لیے مزید سیاسی عزم اور شعور کو یقینی بنانا ہے۔

2- خواتین رائے دہندہ گان کے ایک فعال نیٹ ورک کے ذریعے مقامی منتخب نمائندوں اور سرکاری عہدیداروں کے درمیان عورتوں کے مسائل اور ضروریات کی اہمیت کو اجاگر کرنا اور منوانا۔

3- مقامی منتخب نمائندوں اور عہدیداروں کی توجہ خواتین رائے دہندہ گان کی ترجیحات کی طرف مبذول کرانا تا کہ ان ترجیحات کی بنیاد پر نہ صرف بجٹ مختص کیا جائے بلکہ استعمال بھی ہو۔

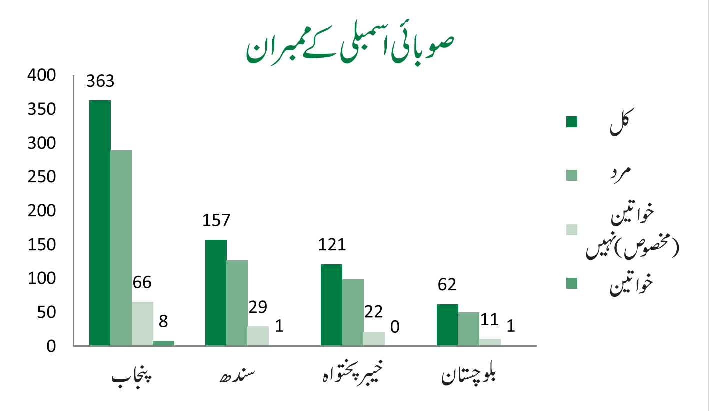

چاروں صوبوں میں 725 کُل صوبائی نشستیں ہیں ان میں صرف 140 عورتیں ہیں یعنی (19 فیصد) جن میں سے صرف 10 خواتین جنزل الیکشن میں جیت کر آئی ہیں باقی ماندہ خواتین، عورتوں کے لیے مخصوص نشستوں پر منتخب ہوئی ہیں۔

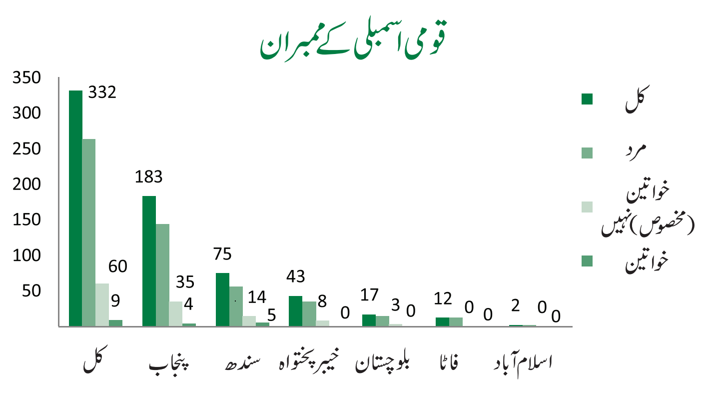

دس نشستیں اقلیتوں کے لیے مخصوص ہیں جن میں 9 مردوں اور 1 خاتون کے لیے ہیں

قومی اسمبلی میں ارکان کی تعداد 342 ہے جس میں سے 70 خواتین ہیں یعنی (20%) جبکہ صرف 10 خواتین جنزل الیکشن میں جیت کر آئی ہیں۔

عورتوں کے حقوق

تمام شہری قانون کے سامنے مساویانہ حیثیت رکھتے ہیں اور مساویانہ قانونی تحفظ کے حق دار ہیں محض جنس کی بنا پر کسی شہری کے خلاف امتیازی سلوک روا نہیں رکھا جائے گا۔

کسی بھی شہری کو، جو پاکستان کی سروسز میں تقرری کی اہلیت رکھتا ہے محض جنس کی بنا پر اسے تقرری کے سلسلے میں امتیازی سلوک کا نشانہ نہیں بنایا جائے گا۔

قومی زندگی کے تمام شعبوں میں، خواتین کی شرکت کو یقینی بنانے کے لئے اقدامات کیے جائیں گے، ریاست، شادی، خاندان اور مال کو تحفظ فراہم کرے گی۔

ریاست اس بات کو یقینی بنائے گی کہ خواتین کو ان شعبوں میں ملازم نہ رکھا جائے جو ان کی جنس سے مطابقت نہیں رکھتے۔

آئین پاکستان

(آرٹیکل نمبر 25-27-35-37)

(1) 3 روزہ تعارفی ورکشاپ برائے کوآرڈینیٹر

اپریل 2016ء میں آن کا 3 روزہ تعارفی ورکشاپ اسلام آباد میں منعقد ہوا، جس کا مقصد آن کے مقاصد سے کوآرڈینیٹر کو متعارف کروانا تھا، اور آن کی سرگرمیوں کیلئے منصوبہ سازی اس ورکشاپ کا اہم حصہ تھا۔ اس ورکشاپ میں محترمہ راشدہ دوحد Executive Director عمر اصغر خان فاؤنڈیشن نے شرکت کی، اور سیاسی اور انتخابی مراحل کے حوالے سے شرکاء کے ساتھ سیشن بھی لیا، اس کے علاوہ محترمہ خاور ممتاز، چیئر پرسن، قومی کمیشن برائے خواتین (NCSW) نے سیاسی عمل میں عورتوں کی شراکت کے تاریخی پس منظر سے شرکاء کو آگاہ کیا۔

ہم ان کالج کی انتظامیہ، اساتذہ، طالبات اور خاص کر ان کے والدین کے بہت مشکور ہیں، جن کی معاونت کے بغیر آن کا یہ سفر ممکن نہ تھا۔

(2) کالج سیشن

خواتین کالجوں سے رابطے، کالجوں کی نشاندہی اور پرنسپلز کے ساتھ ملاقاتیں آن کی ایک اہم سرگرمی تھی، جس کے ذریعے کوآرڈینیٹر نے 24 نجی اور سرکاری کالجوں سے رابطے کیے، اور پرنسپلز کے ساتھ ملاقات کرکے ان کو طالبات کے ساتھ 1 گھنٹے کی بریفنگ کے بارے میں بتایا، کالج کی پرنسپلز نے بہت تعاون کیا، اور بعض جگہوں پر سرگرمیوں کی تعطیلات کے باوجود طالبات کی بریفنگ کا اہتمام کیا گیا، اس سیشن کا مقصد طالبات کو سیاسی آگاہی دینا اور بحیثیت شہری فرائض اور حقوق کے بارے میں بتانا تھا۔ اس سیشن میں طالبات نے ایک سروے فارم بھی پر کیا۔

سروے فارم

کالج سیشن کے دوران کل 1058 طالبات نے سروے فارم پر کیا، جس کے ذریعے سیاسی عمل میں عورتوں کی شمولیت، مقامی حکومتوں کے نظام اور انتخابی مراحل میں شراکت کے اوپر طالبات کے علم، رویے اور ردّ عمل کو جانچا گیا، اس سروے کے بہت دلچسپ اور معلوماتی نتائج برآمد ہوئے، مثلاً 100 فیصد طالبات مقامی حکومت کی تین سطحوں کے بارے میں جانتی ہیں، بلوچستان کے 79% طالبات نے کہا کہ ان کے علاقے میں کوئی خاتون کونسلر نہیں ہیں، جبکہ خیبر پختونخواہ میں 76% طالبات نے خواتین کونسلرز کے نام بھی بتائے، سندھ میں 30% طالبات نے کہا کہ وہ ووٹر رجسٹریشن میں دلچسپی نہیں رکھتی، جبکہ بلوچستان میں 32% نے بتایا کہ ان کو رجسٹریشن کا طریقہ کار معلوم نہیں ہے، اور پنجاب میں 46% نے کہا ان کو خاندان کی طرف سے رجسٹریشن کی اجازت نہیں ہے، جبکہ 26% طالبات جن کا تعلق گلگت بلتستان سے ہے، رجسٹریشن کا ارادہ رکھتی ہیں سب سے زیادہ خیبر پختونخواہ کی طالبات مثلاً 35% نے کبھی نہ کبھی ووٹ ڈالا ہے، جبکہ 46% طالبات نے پچھلے الیکشن میں ووٹ ڈالا ہے بہت کم طالبات نے خواتین کی انتخابی عمل میں شرکت پر اعتراض کیا۔

اس سروے کے نتیجے میں 200 طالبات کو مزید تربیت کی دعوت دی گئی

(3) تربیتی ورکشاپ برائے سہولت کار

3 روزہ ''تربیتی ورکشاپ برائے سہولت کار'' آن کی ایک اہم سنگ میل تھی، جس کا مقصد کالج کی طالبات کو سیاسی آگاہی اور موبیلائزیشن کی تربیت دینی تھی، اس تربیتی ورکشاپ کیلئے CGaPS نے ایک تربیتی مینوئل تیار کیا، یہ تربیتی ورکشاپ 10 اضلاع میں منعقد کی گئیں جس میں 185 طالبات نے جن کا تعلق 24 سرکاری اور نجی کالجوں سے تھا، شرکت کی۔ اب یہ طالبات آن کی خواتین قائدین کی حیثیت سے اپنے محلے اور گاؤں کی باقی خواتین تک سیاسی آگاہی پھیلا رہی ہیں۔

یہ کہنا بے جا نہ ہوگا کہ اس 3 روزہ تربیت میں اُن طالبات نے بھی شرکت کی جن کا تعلق بہت قدامت پسند گھرانوں سے تھا۔ مثلاً ایک کا تعلق ایسے ضلع سے تھا جہاں پر لڑکیوں کو تعلیم حاصل کرنے اور بغیر محرم کے گھر سے باہر نکلنے تک کی اجازت نہیں ہے، لیکن ان کے والد نے ان کو کالج میں پڑھایا اور اب یہ طالبہ اپنی کمیونٹی میں سیاسی آگاہی کا پیغام بخوشی لے جانے کا عزم کرچکی ہیں۔

(4) محلّہ نشستیں برائے خواتین قائدین

سیاسی آگاہی اور موبیلائزیشن کی تربیت یافتہ 185 طالبات اب اپنے اپنے محلے میں خواتین کے ساتھ ملاقاتیں کر رہی ہیں جس کا مقصد سیاسی آگاہی پھیلانا اور ایسی فعال خواتین کی نشاندہی کرنا ہے جو آن میں شامل ہو کر مقامی حلقے تشکیل دیں اور انکی ابتدائی رکنیت حاصل کریں۔

جن طالبات کو گھروں سے اجازت ملی، اُس میں کہیں کسی والد نے اور کہیں کسی بڑے بھائی نے طالبات کی حوصلہ افزائی کی اور ان کو تربیت کے مقام تک چھوڑنے آئے۔

(5) آن کا آئندہ کا لائحہ عمل

- خواتین قائدین کے لیے ایک روزہ تربیتی نشست
- آن مقامی حلقوں کی تشکیل اور عہدیداروں کا انتخاب
- مقامی حلقوں کی نشست اور مقامی ترجیحات کا تعین
- منتخب نمائندہ اور سرکاری عہدیداروں کے ساتھ مقامی حلقوں کی ملاقات
- ضلعی بجٹ کے تجزیے اور عوامی شمولیت کے اوپر 3 روزہ تربیتی نشست
- ریڈیو پروگرام
- آن نیوز لیٹر کا اجراء

تربیتی ورکشاپ کے دوران جو کرائے کی گاڑی استعمال کی گئی انکے ڈرائیور نے دلچسپی ظاہر کی کہ ان کی بیٹی کو تربیت میں شامل کیا جائے۔ اور وہ روزانہ اپنی بیٹی کو تربیت کیلئے لاتا رہا، اور آخری دن اُس طالبہ نے بتایا کہ اُس نے اپنے محلے میں ایک شادی والے گھر میں خواتین کو اکٹھا کر کے ان کے ساتھ میٹنگ کی اور ان کو سیاسی آگاہی دی۔

ایک ملاقات

یاسمین زیدی

ڈاکٹر یاسمین زیدی نامور سماجی کارکن ہیں اور صنفیات ان کی دلچسپی کا خاص موضوع ہے، حال ہی میں انہوں نے CGaPS کے ذریعہ آن نیٹ ورک کا اجراء کیا اس یقین سے کہ عورتوں کی سیاسی تربیت اور شمولیت صنفی امتیاز کو کم کرنے کے لیے ضروری ہے۔ ہم نے اُن سے اس نیٹ ورک کے اغراض و مقاصد پر گفتگو کی ہے جو پیش خدمت ہے۔

سوال: آپ کے خیال میں عورتوں کے سیاسی عمل میں شمولیت کیوں ضروری ہے اور اس کو کیسے بڑھایا جا سکتا ہے؟

یاسمین: عورتیں ہمارے ملک کی آبادی کا تقریباً نصف حصہ ہیں انکی شمولیت نہ صرف سیاسی عمل میں بلکہ ہر میدان میں ضروری ہے۔ خاص طور پر سیاسی عمل میں انکی شمولیت سے نا صرف عوامی مسائل میں کمی واقع ہوگی بلکہ اگر وہ تواتر سے سیاسی عمل کا حصہ بنتی رہیں تو ایک زیادہ متوازن اور انصاف پر مبنی معاشرہ تشکیل پائے گا۔ جہاں تک سوال ہے سیاسی عمل میں انکی شمولیت کو بڑھانے کا تو آج کے دور میں خواتین کی سیاسی عمل میں شمولیت ماضی کے مقابلے میں بہت زیادہ ہے جس کی بنیادی وجوہات میں شناختی کارڈ کا اجراء تعلیم کی شرح میں اضافہ اور اپنے بنیادی حقوق کا شعور ہے، مگر اب بھی اس رفتار کو تیز کرنے کی ضرورت ہے کیونکہ صنفی مساوات کا خواب تبھی پورا ہو سکتا ہے جب خواتین اپنے بنیادی حقوق اور ذمہ داریوں سے آگاہ ہوں اور اپنی بساط کے مطابق معاشرے کی بہبود میں اپنا حصہ ڈال رہی ہوں، یہاں یہ بھی اہم ہے کہ سیاسی نظام اور سیاسی جماعتوں میں وسیع پیمانے میں تبدیلیاں کی جائیں اور تمام نظام کو عوامی امنگوں کا آئینہ دار بنایا جائے، خواتین کی سیاسی عمل کے دونوں پہلوں میں شمولیت کو یقینی بنایا جائے یعنی بطور ووٹر بھی اور بطور پارلیمان کی امیدوار بھی۔

سوال: آپ کو لگتا ہے سیاسی عمل میں عورتوں کی شرکت کو بڑھانے کیلئے نظام اور سیاسی جماعتوں نے کوئی کردار ادا کیا ہے؟

یاسمین: جیسے کہ میں نے ابھی کہا کہ نظام میں پہلے کے مقابلے میں بہت بہتری آئی ہے مثلاً خواتین کی مخصوص نشستوں کا کوٹہ بڑھا دیا گیا ہے، بلدیاتی سطح پر زیادہ سے زیادہ عورتوں کو موقع دیا گیا وغیرہ مگر اب بھی نظام کئی اہم چیزوں کا اجراء ضروری ہے مثلاً مخصوص نشستوں کے علاوہ عام نشستوں پر بھی خواتین امیدواروں کو موقع دینا اہم ہے جس کے لیے سیاسی جماعتوں کو اپنے منشور اور نشستوں کو بانٹنے کے نظام کو بہتر کرنا ہوگا ساتھ ہی خواتین رائے دہندہ گان کے بنیادی حقوق یعنی ووٹ ڈالنے میں حائل مسئلوں کو الیکشن کمیشن سے نمٹنا ہوگا۔ ہمارے ملک میں اب تک ایسے علاقے موجود ہیں جہاں جرگوں یا منبر کے ذریعے یا پھر سیاسی جماعتوں کے آپس میں معاملہ طے پا جانے پر خواتین کو انکے بنیادی حق یعنی حق رائے دہی سے محروم کر دیا جاتا ہے، میری نظر میں اس طرح کے واقعات ہوتے رہنے سے عوام میں اور خاص طور پر خواتین میں یہ احساس پیدا ہوتا ہے کہ شائد انکا حقِ رائے دہی غیر اہم ہے جبکہ جمہوری نظام میں اس کی اہمیت اور قیمت یکساں ہے، یعنی اسطرح ہم اپنی آبادی کے ایک بڑے حصے کو عوامی مسائل پر غیر فعال بناتا ہوا دیکھ رہے ہیں جس میں فوری طور پر اصلاح کی ضرورت ہے۔

سوال: آن نیٹ ورک کیا ہے یہ کیوں بنایا گیا اور اسکی ماہیت کیا ہے؟

یاسمین: سب سے پہلے تو اہم ہے کہ میں واضح کردوں کہ آن خواتین رائے دھندہ گان کا نیٹ ورک ہے جو اپنی مدد آپ کے تحت خواتین کی سیاسی عمل میں بھرپور شرکت کیلئے کوشاں ہے۔ یہ نیٹ ورک پانچوں صوبوں میں موجود ہے اور کوشاں ہے کہ سیاسی عمل کا حصہ بنے جب میں سیاسی عمل کہہ رہی ہوں تو میری مراد ہے کہ خواتین اپنی زندگی میں تمام طرح کے فیصلے کرسکیں یعنی اپنی تعلیم، کاروبار، روزگار یعنی ہر طرح کے فیصلوں میں نا صرف خودمختار ہوں بلکہ وہ ان سب فیصلوں میں حائل روکاوٹوں کو ختم کرنے کیلئے اپنے حق رائے دہی کو استعمال کریں اپنے مقامی نمائندوں کے ساتھ مل کر خواتین کی بہتری کے لیے کام کریں جو زیادہ بہتر اور عوام پسند فیصلے کرنے کی اہل ہوں۔

آن سیاسی آگہی اور شعوری بیداری کے ذریعہ خواتین کو فعال بنانا چاہتی ہے تاکہ خواتین بحثیت پاکستانی اپنے حقوق بھی جانیں اور اپنے فرائض بھی۔ اپنے علاقے میں عورتوں کی آواز بنیں۔

ابتدائی طور پر یہ نیٹ ورک ہر صوبے کی دوضلعوں کی سطح پر قائم کیا گیا ہے تاکہ آزمائشی بنیادوں پر کام کیا جاسکے لیکن میں پُرامید ہوں کہ وقت کے ساتھ ساتھ یہ نیٹ ورک پورے ملک میں پھیل جائے گا۔

ایک تجزیہ

خواتین سیاست میں (حقیقی واقع کا تجزیہ)

تحریر: اقبال مہدی

حال ہی میں یہ خبر موصول ہوئی ہے کہ لوئر دیر میں خواتین کو ووٹ ڈالنے سے روک دیا گیا ہے یہ پہلی دفعہ ایسا نہیں ہوا ہے اور نہ ہی صرف دیر تک محدود ہے، خواتین کو جان بوجھ کر الیکشن سے خارج رکھنا تو صرف ایک جھلک ہے جبکہ اصل مسئلہ یہ ہے کہ سیاست میں خواتین کا کردار ہمارے سیاسی منظر نامے کا حصہ ہی نہیں ہے۔ پوری دنیا میں جمہوریت نے خواتین کی مساوی شمولیت کیلئے جدوجہد کی ہے، اگر کامیابی کا تناسب ہر جگہ یکساں نہیں ہے مگر ایسا لگتا ہے کہ پاکستان میں اسطرح کی تمام پیش رفت رائیگاں گئی ہے۔ مثال کے طور پر 1970ء کے عام انتخابات میں خواتین ووٹروں کا تناسب 77.8% بہ نسبت مردوں کے 100% کے۔ جبکہ نصف صدی بعد بھی 2013 کے عام انتخابات میں خواتین ووٹروں کا تناسب 77.4% تھا۔ بہ نسبت مردوں کے 100% ہے۔ اگر ان دونوں تناسب کا پاکستان کے سیاسی و سماجی لحاظ سے جائزہ لیا جائے (شرح خواندگی اور آبادی) تو اس میں اضافہ کی جگہ انحطاط ہی دیکھنے میں آیا ہے۔ پاکستان میں خواتین کی سیاست میں شمولیت صرف خواتین کیلئے مخصوص نشستوں تک ہی محدود ہے۔ 1973ء کے آئین کے تحت قومی اسمبلی میں خواتین کے لیے دس نشستیں مخصوص تھیں یہ تعداد اگلے تین انتخابات یا دس سال کے لیے مخصوص تھی یا ان میں سے جو بھی بعد میں آئے گا، اس کا مقصد تھا کہ اتنے عرصے میں خواتین مردوں کے مقابلے میں سیاست میں آچکی ہوں گی۔ جس سے اس خاص اہتمام کا مقصد پورا ہو جائے گا اور خواتین پارلیمان کمیٹی میں اس تعداد سے کہیں زیادہ اضافہ ہو چکا ہوگا۔ جنرل ضیاء الحق نے خواتین کی نشستیں دگنی کردیں مگر اس کو قانون حیثیت نہیں دی گئی اور نشستوں کی معیاد 1998ء کے عام انتخابات کے بعد ختم ہوگئی اور اس کے بعد کے تین قانون ساز اسمبلیاں خواتین کی نشتوں کے بغیر ہی رہیں۔ جنرل مشرف نے اپنے پیش رو کی نسبت فراخ دلی دکھائی اور قومی اسمبلی میں مخصوص نشستوں کی تعداد 33% کردی اور صوبائی اسمبلیوں میں بھی ایسا ہی کیا۔ تین انتخابات اسی اصول کے تحت منعقد ہوئے جس کا نتیجہ یہ نکلا کہ تجربہ کار خواتین کی خاصی تعداد سیاسی منظر نامے پر آئی جس سے صنفی برابری کا مقصد کچھ حد تک پورا ہوا۔ ہماری سیاست میں یہ چیز عیاں ہے کہ خواتین کے لیے مختص نشستوں نے مردوں کی سیاسی قوت میں ہی اضافہ کیا ہے، انہیں یہ مخصوص نشستیں انعام کے طور پر نظر آتی ہیں جس کا انعام پارٹی سربراہ کو اپنی اجارہ داری کی صورت میں ملتا ہے۔ پارٹی کے رکن اس اجارہ داری پر شکایت تو کرسکتے ہیں مگر وہ اختلاف نہیں کرسکتے کہ سیاسی خاندانوں کی ہی خواتین ان مخصوص نشستوں پر آئیں ہیں۔ اس سال کے شروع میں بلوچستان اسمبلی کے اسپیکر خان محمد جمالی (مسلم لیگ نون) نے اپنی بیٹی کا نام سینٹ کی نشست کے الیکشن کیلئے اپنی پارٹی کے مفاد میں واپس لینے سے انکار کردیا تھا۔ سندھ کی صوبائی اسمبلی کی ممبر خاتون پروین جونیجو کا کیس اور بھی واضح ہے، موصوفہ دادو سے منتخب ہوئیں تھیں کیونکہ ان کے شوہر کو قانونی وجوہات کی بنا پر انتخابات میں حصہ لینے سے روک دیا گیا تھا مگر جب میاں بیوی میں علیحدگی ہوئی تو پروین نے دعویٰ کیا کہ اسے اپنی نشست سے استعفیٰ دینے پر مجبور کیا گیا ہے۔ جبکہ اس کی پارٹی اور سندھ اسمبلی نے بڑی جلدی کارروائی کر کے پروین کو اس نشست سے ہٹا دیا۔ سیاست میں خواتین کی برابر شمولیت کسی بھی پارٹی کا منشور نہیں ہے، وہ چند منتخب خواتین موجود ہونے پر مطمئن بھی ہیں اور اسکا دکھاوا بھی کرتے ہیں، اپنی ترقی کرتی ہوئی سیاست کا، انتخابی نظام کی اصلاح بھی ان کیلئے کافی آسان ہے کہ وہ خواتین کے ووٹ کو مرد نمائندے کے ووٹ بڑھانے کے لیے استعمال کریں، پھر انہیں صرف اس کام پر لگا دیا جاتا ہے کہ وہ مقامی باا ثر سیاست دان مردوں کی میٹنگز کا انتظام سنبھالتی رہیں۔ جبکہ دوسری طرف، مخصوص نشستوں کی پارلیمانی حیثیت یہ ہے کہ وہ اپنے مرد ساتھی نمائندوں پر انحصار کریں، چاہے وہ اچھی کارکردگی کا مظاہرہ بھی کیوں نہ کریں، خواتین صرف اسی صورت میں قابل قبول ہیں جب وہ مرد سیاستدانوں کی قائم مقامی کریں۔ موجودہ انتخابی نظام اور اس سے جنم لینے والی سیاست صنفی امتیاز کو برقرار رکھنے کا ایک ذریعہ ہے۔ بجائے اس کے کہ یہ تبدیلی کا ذریعہ بنے، اس وجہ سے وہ سیاسی جماعتیں جو خواتین کی سیاست میں شمولیت کے خلاف ہیں مثلاً جماعت

اسلامی وغیرہ وہ بھی عام انتخابات میں اپنی خواتین نمائندے مخصوص نشستوں کیلئے نامزد کرتے ہیں۔لگتا ہے کہ موجودہ نظام صرف خواتین کی شمولیت کے نام پر کھیل کھیل رہا ہے، اس چیز نے تصویر اور زمینی حقائق کے مابین تعلق کو توڑنے میں مدد کی ہے جبکہ ہمارے پاس اچھی خاصی تعداد میں خواتین پارلیمنٹ میں موجود ہیں، مگر پھر بھی ملک کے کئی حصوں میں خواتین کو ووٹ ڈالنے کے حق سے محروم رکھا جاتا ہے۔اگر خواتین کی نشستیں زیادہ کرنے کا مقصد یہ تھا کہ اس کا اثر نیچے تک آئے تو ہمیں مان لینا چاہیے کہ یہ مقصد پورا نہیں ہوا اور مستقبل میں اس کے آثار نظر نہیں آرہے، ایک تجویز یہ ہوسکتی ہے کہ خواتین کو دہرے ووٹ کا حق دیا جائے ایک ووٹ وہ عام الیکشن میں ڈالے جبکہ دوسرا ووٹ مخصوص خواتین کی نشست پر نامزد خاتون کیلئے اور یہ تجربہ 2000ء اور 2005ء کے بلدیاتی انتخابات میں کیا جاچکا ہے جس میں ایک ووٹر نے ایک سے زیادہ قسم کے ووٹ ڈالے جیسے اقلیتوں اور خواتین کیلئے۔ایک طریقہ یہ بھی ہوسکتا ہے کہ جیتنے والے تناسب میں ووٹ کی گنتی کے دوران خواتین ووٹ کو کوئی خاص اضافی درجہ/حیثیت دی جائے۔مندرجہ بالا طریقے کار کو اپنانے کا مقصد قطعی یہ نہیں کہ کوئی خاص طرح کا نظام وضع کیا جائے بلکہ یہ زور دینا مقصود ہے کہ جب تک انتخابی نظام عام خواتین کے ووٹ کو اضافی اہمیت اور مراعات نہیں دے گا اس وقت تک خواتین کی سیاست میں برابری تو دور، ان کی شمولیت بھی خواب رہے گی۔

(بشکریہ ڈان)

نامور خواتین

محترمہ فاطمہ جناح

محترمہ فاطمہ جناح 30 جولائی 1893 کو کراچی میں پیدا ہوئیں۔فاطمہ جناح قائداعظم کی سب سے چھوٹی بہن تھیں بلکہ اپنے تمام بہن، بھائیوں میں سب سے چھوٹی اور لاڈلی تھیں اور اپنے والدین کی وفات کے بعد سے قائداعظم کی سرپرستی میں رہیں اور تعلیم حاصل کی۔فاطمہ پیشے کے اعتبار سے ڈینٹل سرجن تھیں اور ممبئی میں اپنا کلینک بنا کر پریکٹس بھی کرتی رہیں جو کہ اس زمانے کے لحاظ سے ایک بہت بڑی کامیابی تھی کیونکہ اس وقت خواتین عام طور پر اور مسلمان خواتین خاص طور پر پیشہ وارانہ زندگی سے کافی دور تھیں۔ فاطمہ جناح نہائیت منظّم، ذی ہوش اور ذی وقار خاتون تھیں۔وہ اپنے بھائی کی طرح نہایت اصول پسند تھیں اور اپنے ارد گرد ایسے ہی لوگوں کو پسند کرتی تھیں قائداعظم کی دوسری بیوی کی بیماری اور پھر وفات کے بعد وہ ہی قائد کے گھر اور خاندانی معاملات کی نگرانی کرتی رہیں۔

فاطمہ جناح نے قائداعظم کی زندگی کے آخری 19 سال انکے ساتھ رہیں اور تمام سیاسی اور سماجی کاموں میں انکا بھرپور ساتھ دیا۔حتّٰی کہ لندن میں گول میز کانفرنس میں بھی شرکت کی اور پھر 1940 میں مسلم لیگ کے اس اجلاس میں بھی شرکت کی جس میں قرارداد پاکستان پیش کی گئی تھی کہا جاسکتا ہے کہ وہ پاکستان بنانے والے ہراول دستہ میں شامل تھیں۔

جبکہ قائد کی وفات کے بعد انہوں نے اپنی سماجی خدمات جاری رکھیں اور اپوا (آل پاکستان وومین ایسوسی ایشن) کا اجراء کیا۔انہوں نے 1965 میں ایوب خان کے خلاف صدارتی انتخاب لڑا جس میں اگرچہ ان کو کامیابی حاصل نہ ہوسکی تاہم وہ ایک متبادل طاقت کے طور پر ابھریں کیونکہ یہ وہ زمانہ تھا جب جنرل ایوب خان کا ڈنکا بجتا تھا اور لوگ ناکامی کے خوف سے ان کے خلاف الیکشن تک لڑنے کے لیے تیار نہ تھے۔فاطمہ جناح کو خاتون پاکستان اور مادر ملت کے خطابات سے نوازا گیا۔

غزل

اب دہر میں بے یارومددگار نہیں ہم
پہلے کی طرح بے کس و لاچار نہیں ہم

سب ظلم و ستم، جور و ستم، پیشِ نظر ہیں
یہ وہم تمہارا ہے کہ بیدار نہیں ہم

آتا ہے ہمیں، اپنے مقدر کو بنانا
تقدیر پہ شاکر پسِ دیوار نہیں ہم

تم ظلم کرو اور خدا بھی رہو اپنے
ساتھی ہیں برابر کے پرستار نہیں ہم

کیوں دست نگر ہو کے جئیں برسرِ عالم
ذی عقل ہیں، ذی علم ہیں، بیمار نہیں ہم

حبیب جالبؔ

آن ۔ آغازِ سفر کے ساتھی

Struggle for Social Transformation — شرکت گاہ — Omar Asghar Khan Foundation — PIRBHAT — WEEI

آن نے چاروں صوبوں اور گلگت بلتستان میں مندرجہ ذیل ساتھی تنظیموں کے تعاون سے کام شروع کیا ہے۔

(1) عمر اصغر خان فاؤنڈیشن ایک عوامی Advocacy تنظیم ہے جس کا مقصد ایک ایسی ریاست کی تشکیل میں مدد دینا ہے جو عوام کی امنگوں کی آئینہ دار ہو، خیبر پختونخواہ کے ضلع ایبٹ آباد اور ہری پور میں آن کی سرگرمیاں اسی تنظیم کے تعاون سے انجام پا رہی ہیں ۔ مس نصرانہ شاہین ، عمر اصغر خان فاؤنڈیشن کی طرف سے آن کی سرگرمیوں کو دیکھتی ہیں، جن کو کمیونٹی کے ساتھ کام کرنے اور تربیت میں تجربہ ہے انہوں نے آن کے زیرِ اہتمام کالج سیشن اور خواتین قائدین کی تربیت میں اہم کردار ادا کیا۔

(2) شرکت گاہ 1975ء میں عورتوں کی تنظیم کی حیثیت سے قائم کی گئی تھی اب یہ پاکستان میں عورتوں کے مسائل اور حقوق کیلئے کام کرنے میں سب سے آگے ہے، شرکت گاہ قومی اور بین الاقوامی سطح پر عموماً تعلیمی اور تحقیقی اداروں اور سماجی تنظیموں کے ساتھ کام کرتی ہے، آن کی سرگرمیوں کیلئے شرکت گاہ نے پنجاب میں کام کرنے کی حامی بھری ہے، مس کشور سلطانہ ایک سرگرم کمیونٹی رُکن ہیں جو شرکت گاہ کے ساتھ کام کرتی رہتی ہیں۔ ملتان اور راجن پور میں آن کی سرگرمیوں کی ذمہ داری ان کو دی گئی ہے۔

(3) Woman Excellence and Empowerment Initiative (WEEI) ایک رجسٹرڈ تجارتی تنظیم ہے جو کہ گلگت بلتستان میں عورتوں کی معاشی ترقی کیلئے کاروباری ثقافت کو پروان چڑھانے کی کوشش میں مصروف ہے، WEEI نے گلگت اور ہنزہ میں آن کی سرگرمیوں کی ذمہ داری لی ہے مس عارفہ ایثار WEEI کی پروگرام منیجر ہیں، جو آن کی سرگرمیوں کو دیکھتی ہیں، اور وہ کمیونٹی کے کاموں میں حصہ لیتی رہتی ہیں اور پاکستان گرلز گائیڈ کی ینگ لیڈر رہی ہیں۔

(4) پیر بھات ۔ ویمن ڈویلپمنٹ سوسائٹی بالائی سندھ کی جاگیردارانہ اور قبائلی معاشرے میں عورتوں کی ترقی اور تشدد کے خلاف کام کر رہی ہے، پیر بھات ضلع لاڑکانہ اور حیدرآباد میں آن کی سرگرمیوں میں مصروف ہے محترمہ روبینہ چانڈیو جو پیر بھات کی سینئر منیجر ہیں آن کی سرگرمیوں کو خود سرانجام دے رہی ہیں محترمہ روبینہ کو عورتوں اور دوسرے محروم طبقوں کی ترقی کیلئے کام کرنے کا بڑا گہرا تجربہ ہے۔

(5) Struggle for Social Transformation (SFST) ایک غیر منافع بخش، غیر سرکاری تنظیم ہے جو کہ بلوچستان میں عورتوں، بچوں اور اقلیتوں کے حقوق کیلئے کام کر رہی ہے ضلع نوشکی اور کوئٹہ میں آن کی ذمہ داریاں SFST نبھا رہی ہے۔ مس نورین لہری SFST کی ڈائریکٹر ہیں جو کہ عورتوں کی ترقی میں شمولیت، تربیت اور انتظام میں بڑا گہرا تجربہ رکھتی ہیں، آن کی سرگرمیوں کی خود دیکھ بھال کر رہی ہیں۔

آن ۔ ایک تجزیہ

کالج انتظامیہ کا تعاون

آن نے 24 نجی اور سرکاری کالجوں کے ساتھ رابطے کیے اور بڑی کامیابی سے کالج سیشن کروائے، یہ کالج کی انتظامیہ کے تعاون کے بغیر ممکن نہیں تھا، کالج پرنسپل نے آن کی کوششوں کو سراہا اور کالج سیشن کروانے میں بھرپور معاونت کی۔

آن کی لچکدار (Flexible) منصوبہ بندی

آن کی ساتھی تنظیموں نے اپنے تجربے اور علاقے کے بارے میں معلومات کی روشنی میں سرگرمیوں کی اجراء میں علاقے اور وقت کی مناسبت سے تبدیلیاں کیں، مثلاً آن کا ابتدائی ارادہ کالج سیشن کالج میں ہی کروانے کا تھا، لیکن گرمیوں کی تعطیلات کی وجہ سے خیبر پختونخواہ اور سندھ میں کالج سیشن کالج سے باہر ہی کروانے پڑے، حتیٰ کہ سندھ میں مختلف تعلیمی اداروں میں کالج سیشن کروائے گئے، جہاں پر طالبات مختلف کورسز یا ٹیوشن پڑھنے کیلئے آتی تھیں۔

اس کے علاوہ حالات کے مدنظر کوآرڈینیٹر نے کالج کی انتظامیہ اور طالبات کو یقین دہانی کروائی کہ طالبات کے نام سیغۂ راز میں رکھے جائیں گے اور سیشن اور دوسری تقریبات کے بارے میں معلومات بھی کسی کو نہیں بتائی جائیں گی اور نہ ہی کسی اخبار میں دی جائیں گی۔

دشواریاں

آن کی ٹیم کو سرگرمیاں کروانے میں مختلف دشواریوں کا بھی سامنا کرنا پڑا، گرمیوں کی تعطیلات میں بڑی تعداد میں طالبات کو ایک جگہ جمع کرنا مشکل تھا۔ اس سلسلے میں ساتھی اداروں نے اپنے رابطے اور کمیونٹی کے سرگرم ارکان کی بھی معاونت حاصل کی۔

بلوچستان میں کالج انتظامیہ ملک کی سیاسی صورتِ حال کی روشنی میں زیادہ محتاط دکھائی دی، اس صورتحال کا سامنا کسی حد تک خیبر پختونخواہ اور پنجاب میں بھی کرنا پڑا۔

آن کی کامیابی اور نتائج

بلوچستان میں 45% طالبات نے تربیتی ورکشاپ میں شرکت کی اور اپنا سیاسی علم اور آگاہی میں اضافہ کیا۔

بلوچستان میں 80% سے بھی زیادہ طالبات نے کبھی ووٹ ڈالا ہی نہیں تھا۔ اب ان میں سے بڑی تعداد اپنا شناختی کارڈ بنانے اور ووٹر رجسٹریشن کیلئے تیار ہوگئیں۔

گلگت میں قدامت پسند گھرانوں سے جن طالبات نے تربیت میں حصہ لیا اور حوصلہ افزاء بات یہ ہے کہ ان کے خاندان کے مردوں نے ان کی تربیت میں حصہ لینے میں معاونت کی۔

ملتان کی طالبات نے یہ عزم کیا کہ وہ برادری کی بنیاد پر ووٹ ڈالنے کے رواج کو تبدیل کرنے کی کوشش کریں گی۔

گلگت بلتستان کے دوسرے اضلاع سے بھی یہ مطالبہ آیا کہ ان کے علاقے میں بھی آن کی سرگرمیوں کا آغاز کیا جائے۔

طالبات کے مسائل کی نشاندہی

تمام شریک طالبات نے بحیثیت شہری ایک اہم مسئلے کی طرف نشاندہی کرائی کہ ان کو کالج فیس اور ٹرانسپورٹ کے معاملے میں حکومت کی طرف سے کوئی رعایت نہیں ملتی، جبکہ آئین کے مطابق تعلیم کو عام کرنا اور تعلیمی سہولتیں فراہم کرنا ریاست کی ذمہ داری ہے۔

طالبات نے تعلیمی اداروں میں بھی غیر جمہوری طرزِ عمل کی نشاندہی کی جس میں طالبات کے درمیان فرق رکھا جاتا ہے، اور انہوں نے اس سلسلے میں سیاسی مذاکرات کا آغاز اپنے ہی کالج سے کرنے کا فیصلہ کیا۔